پاکستان کی ترقی اور اس کے استحکام کے سلسلہ میں زریں نصائح

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پاکستان کی ترقی اور اسکے استحکام کے سلسلہ میں زریں نصائح

(فرمودہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۹ء بمقام کمپنی باغ سرگودھا)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

سرگودھا کے احباب نے جب مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں سرگودھا میں ایک تقریر کروں اور میں نے خوشی سے اسے منظور کر لیا تو اُنہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں کس مضمون پر تقریر کروں گا۔ میں نے اُنہیں جواب دیا کہ میں کوئی مضمون متعین نہیں کر سکتا در حقیقت اِس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے سرگودھا میں تقریر کرنے کا اِس سے پہلے کوئی موقع نہیں ملا اور بوجہ اس کے کہ اِس سے پہلے مجھے تقریر کرنے کا یہاں موقع نہیں ملا یہ ظاہر بات ہے کہ بیسیوں امور میرے دل میں پیدا ہونے لازمی ہیں جن کے متعلق میں کچھ کہوں لیکن تھوڑے سے وقت میں بہت سے امور کے متعلق تفصیلی گفتگو نہیں ہو سکتی نہ کسی ایک کا انتخاب ایسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ دل یہ کہتا ہو کہ میں کئی باتیں کہوں۔ لاہور یا بعض ایسے مقامات جہاں مجھے متواتر بولنے کا موقع ملا ہے اور جہاں کئی باتوں پر میں اپنے خیالات کا تفصیلی طور پر اظہار کر چکا ہوں وہاں کسی مضمون کا چن لینا آسان ہوتا ہے لیکن جو نئی جگہ ہو وہاں انسان سمجھتا ہے کہ اگر سرِ دست مجھے ایک موقع ملا ہے (آگے کے حالات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) تو جتنی ضروری باتیں میں مختصر وقت میں کہہ سکتا ہوں کہہ دوں اس لئے میں نے کوئی مضمون متعین نہیں کیا بلکہ اپنے مضمون کا ہیڈنگ یہ رکھا ہے کہ

کچھ سوچنے اور سمجھنے کی باتیں

اِس مضمون کے اندر کئی قسم کے خیالات ادا کئے جا سکتے ہیں اور متنوع باتیں اس کے اندر لائی جا سکتی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ انسان اور حیوان میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ انسان سوچتا ہے اور حیوان نہیں سوچتا۔ حیوان ابتدائے آفرینش سے ایک ڈگر پر چلا آیا ہے لیکن انسان نے سوچ سوچ کر اپنے لئے نئے راستے ایجاد کر لئے ہیں اور جب کبھی انسان نے اپنے اس مقررہ طریق کو چھوڑا ہے وہ ہمیشہ نیچے گیا ہے اوپر کبھی نہیں گیا۔ پس اصل چیز جس پر ہمیں زور دینا چاہیے اور جس کی طرف ہمیں توجہ رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی اس عادت کو نہ چھوڑیں جس عادت کو اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور وہ سوچنے کی عادت ہے۔ اگر ہم بے سوچے سمجھے اپنے لئے کوئی طریق اختیار کر لیں گے تو یہ لازمی بات ہے کہ ہم ترقی نہیں کریں گے بلکہ ہم جس جگہ کھڑے ہوں گے وہیں کھڑے رہیں گے اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ جو کھڑا ہو جاتا ہے وہ پیچھے کی طرف جاتا ہے اپنے مقام پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ایسی بنائی ہے کہ یا تو انسان آگے جائے گا یا پیچھے جائے گا کوئی مقام ایسا نہیں جہاں وہ کھڑا رہ سکے۔ دنیا کی تاریخ دیکھ لو جس وقت سے بنی نوع انسان کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے اور قرآن کریم کے ذریعہ تو ساری دنیا کی تاریخ کا علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ آدم کے زمانہ سے اس نے تاریخ بیان کی ہے یہی نظر آتا ہے کہ یا تو لوگ آگے چلتے ہیں یا پیچھے ہٹتے ہیں، ایک جگہ پر کھڑے ہونے کی مقدرت انسان کو عطا نہیں کی گئی۔ اِس لئے کھڑے ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں اور آگے جانے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہمارا مقصد کیا ہے اور ہم میں اتنی استعداد ہو کہ ہم ہر چیز پر غور کر کے اپنے لئے کوئی راستہ تجویز کر سکیں۔ پس ترقی کے لئے ہمیں اس بات کی عادت ڈالنی چاہیے کہ ہم سوچیں اور سمجھیں اور غور و فکر سے کام لیں اور پھر مناسب غور و فکر کے نتیجہ میں جو مفید باتیں معلوم ہوں اُن پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو یقیناً ہم اپنے آپ کو ایک مفید وجود بناتے اور اپنی زندگی سے صحیح رنگ میں فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن اگر ہم سوچتے اور سمجھتے نہیں یا سوچنے اور سمجھنے کے بعد جو مفید باتیں معلوم ہوں اُن پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہم اپنی زندگی کے مقصد کو بھول کر ایک ایسی شاہراہ پر قدم مارتے ہیں جو انسان کو ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جاتی ہے اسے کامیابی اور ترقی سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔

اس نصیحت کے بعد میں آپ لوگوں کے سامنے چند باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ ان پر غور کریں گے اور اپنی اُس ذمہ داری کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر عائد کی ہے۔ سب سے **پہلی بات** تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے پاکستان طلب کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو مل گیا۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ خدایا! ہمیں ڈر آتا ہے کہ اگر ہم نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کیا تو وہ ہمیں نقصان پہنچائیں گے اس لئے تو ہمیں ایک الگ مُلک دے دے خواہ وہ چھوٹا ہی ہو مگر ایسا ہو جس میں ہندوؤں سے الگ رہ کر ہم اپنی زندگی بسر کر سکیں اور اپنی ترقی کے لئے جدوجہد کر سکیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی اس دعا کو سنا اور اس نے باوجود مسلمانوں کی کمزوری کے یہ فیصلہ کیا کہ جب میرے بندے مجھ سے ایک چیز مانگتے ہیں تو میں وہ انہیں کیوں نہ دوں چنانچہ اس نے مسلمانوں کی کسی قربانی کے بغیر انہیں پاکستان دے دیا۔ بے شک پاکستان ملنے کے بعد مسلمانوں کو ایک بہت بڑی قربانی دینی پڑی لیکن پاکستان بننے سے پہلے مسلمانوں کو بہت کم قربانی دینی پڑی۔ پاکستان بننے کے بعد بے شک ایک خطرناک قربانی ان سے لی گئی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نظر نہیں آتی لیکن بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ نے بغیر قربانی کے یہ نعمت آپ لوگوں کو عطا فرمائی اور آپ کی دعا اس نے قبول فرمائی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جو پاکستان خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دیا ہے آخر یہ کوئی جاندار چیز تو نہیں، جاندار وجود صرف آپ کا ہے۔ آپ بولتے ہیں، آپ سمجھتے ہیں، آپ چلتے پھرتے ہیں، آپ ایک چیز کو پکڑتے ہیں، آپ اُسے کھینچتے ہیں لیکن پاکستان نہ بولتا ہے، نہ سوچتا ہے، نہ سمجھتا ہے کیونکہ وہ جاندار چیز نہیں۔ اور دنیا میں یہ قانون ہے کہ جاندار چیزیں ہی بے جان یا مثل بے جان چیزوں کی حفاظت کیا کرتی ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ بے جان چیزیں جاندار چیزوں کی حفاظت کر رہی ہوں ہمیشہ جاندار چیزیں ہی بے جان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ مثلاً درخت بے جان ہیں آپ ان کی حفاظت کرتے ہیں، آپ انہیں پانی دیتے ہیں، آپ ان کی شاخ تراشی کرتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ درخت باغ کے مالک کی مٹھی چاپی کر رہے ہوں یا اُسے کھانا پکا کر دے رہے ہوں؟ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہمیشہ جاندار چیز ہی بے جان کی حفاظت کیا کرتی ہے۔

پاکستان بے جان ہے اور آپ لوگ جاندار ہیں۔ پس پاکستان کی آپ نے حفاظت کرنی ہے۔ پاکستان نے آپ کی حفاظت نہیں کرنی۔

بے جان کی طرح ایک چھوٹا بچہ بھی ہوتا ہے۔ عورت کو بچہ خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کسی کی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ بچہ پیدا کر سکے۔ چنانچہ دیکھ لو بعض لوگوں کے ہاں ساری عمر بچہ پیدا نہیں ہوتا وہ سارا زور علاج معالجہ پر صَرف کر دیتے ہیں مگر بچہ نہیں ہوتا۔ پس بچہ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے مگر اس کے بعد کبھی تم نے دیکھا کہ بچہ ماں کی حفاظت کر رہا ہو؟ یہ سیدھی بات ہے کہ بچہ ماں کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ ماں بچہ کی حفاظت کرتی ہے۔ وہ اِسے دودھ پلاتی ہے، اُس کی سردی گرمی کا خیال رکھتی ہے، اُس کے پاخانہ پیشاب کا خیال رکھتی ہے، اُس کی صحت کا خیال رکھتی ہے۔ اور اگر وہ اس کی نگہداشت نہیں کرتی یا بیماری میں اِس کا علاج نہیں کرتی تو وہ مر جاتا ہے۔ بچہ ایسی چیز ہے جو ماں کے اختیار میں نہیں مگر مارنا اس کے اختیار میں ہے۔ کئی مائیں ہیں جو اپنے بچوں کو ماردیتی ہیں مگر اس طرح نہیں کہ ان کا گلا گھونٹ کر بلکہ اس طرح کہ ان کی سردی گرمی کا خیال نہ رکھا اور بچہ کو نمونیہ ہو گیا اور وہ مر گیا۔ یا قبض کا خیال نہ رکھا تو تشنج ہونے لگ گیا یا فالج گرا اور مر گیا۔ معدہ کا خیال نہ رکھا تو دست آنے لگ گئے اور بچہ ہلاک ہو گیا۔ غرض مائیں بچہ پیدا نہیں کر سکتیں مگر اُس بچہ کو مار ضرور سکتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان آپ پیدا نہیں کر سکتے تھے یہ خدا تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا تھا اور اُس نے اپنے فضل سے پاکستان آپ لوگوں کو دے دیا لیکن اب پاکستان کی حفاظت کرنا آپ کا کام ہے جس طرح ماں اپنے بچہ کی خبر گیری نہیں کرتی تو اسے مار دیتی ہے اسی طرح اگر آپ بھی پاکستان کی خبر گیری نہیں کریں گے تو وہ ضائع ہو جائے گا کیونکہ وہ بے جان چیز ہے اور اُسے زندہ رہنے والے عنصر نے قائم رکھنا ہے۔ اس کمزور عنصر کو اس طاقتور عنصر نے قائم رکھنا ہے جسے خدا تعالیٰ نے عقل و فہم سے حصہ دیا ہے۔ پس آپ لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ پاکستان تو آپ لوگوں نے مانگا اور وہ آپ کو مل بھی گیا مگر کیا جب آپ لوگوں نے پاکستان مانگا تھا تو اس وقت آپ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اگر ہمیں پاکستان مل گیا تو ہمیں اس کی خبر گیری کرنی پڑے گی۔ ماں جب اللہ تعالیٰ سے بچہ مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ خدایا! تو مجھے اپنے فضل سے اولاد عطا فرما تو وہ یہ بھی جانتی ہے کہ مجھے بچہ کے لئے راتوں کو جاگنا پڑے گا، مجھے اپنا

خون اسے اپنی چھاتیوں سے پلانا پڑے گا، مجھے سخت سردی کی راتوں میں اسے اپنے کندھے سے لگا کر ٹہلنا پڑے گا، وہ پیشاب کر دے گا تو میں اُس کے کپڑوں کو بدلواؤں گی اور خود ساری رات انہی کپڑوں میں ٹھٹھرتی رہوں گی۔ غرض وہ سمجھتی ہے کہ مجھ پر کیا ذمہ داریاں ہیں اور وہ ان ذمہ داریوں کو برداشت کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہوتی ہے۔ آپ لوگ بھی پاکستان کی مائیں ہیں اور پاکستان وہ بچہ ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ماں تو جانتی ہے کہ اُس پر بچہ کے متعلق کیا کیا ذمہ داریاں آنے والی ہیں کیا وہ ذمہ داریاں جو پاکستان بننے کے بعد آپ پر عائد ہونے والی تھیں وہ آپ کے خیال میں تھیں یا نہیں تھیں۔ یہ سیدھی بات ہے کہ جب تک ہمارے مُلک کا انگریز حاکم تھا انگریز اس بات کا ذمہ دار تھا کہ ہمارے مُلک کی حفاظت کرے۔ جب تک انگریز حکمران تھا انگریز اِس بات کا ذمہ دار تھا کہ اِس مُلک کی تجارت کو ترقی دے۔ اِس مُلک کی تعلیم کو ترقی دے، اِس ملک کی صنعت وحرفت کو ترقی دے اور اِس مُلک کی حکومت کو صحیح طور پر چلائے مگر جب آپ لوگوں نے کہا کہ خدایا! یہ بچہ ہمارا ہے یہ ہمیں دے دے اور خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دے دیا تو اب اِس بچہ کا کوئی اور ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ صرف اور صرف آپ لوگ ہی اِس بات کے ذمہ دار ہیں کہ یہاں کا علم ترقی کرے، یہاں کی صنعت وحرفت ترقی کرے، یہاں کے لوگوں کی دینی حالت ترقی کرے، یہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت ترقی کرے۔ اور یہاں کی حکومت صحیح طور پر چلے۔ اسی طرح اب آپ ہی اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر کوئی دشمن آپ کے مُلک پر حملہ آور ہو تو آپ خود اس کا دفاع کریں۔ جب تک یہ بچہ پیدا نہیں ہوا تھا اُس وقت تک خدا کا تھا مگر جب اُس نے یہ بچہ تم کو دے دیا تو اب تمہارا کام ہے کہ تم اس کی حفاظت کرو اور اس کیلئے ان قربانیوں سے کام لو جو بچہ کی حفاظت اور نگہداشت کے سلسلہ میں کرنی پڑتی ہیں۔ بہر حال یہ سیدھی بات ہے کہ اگر آپ نے اُس وقت سوچا ہوگا کہ پاکستان ہمیں ملنا چاہیے تو پھر یہ بھی سوچا ہوگا کہ اب وہ ساری ذمہ داری ہم کو لینی پڑے گی جو پہلے انگریزوں پر ہوا کرتی تھی۔ پھر ہمیں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ بچے کی تربیت اور بڑے کی تربیت میں فرق ہوتا ہے۔ ماں کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ اسے پہلے ہی دن روٹی پکا پکا کر کھلانی شروع کر دے۔ وہ جانتی ہے کہ کچھ مدت تک وہ

میرا خون چوسے گا یہ زمین کی روٹی بعد میں کھائے گا پہلے اسے مجھے اپنی چھاتیوں سے روٹی کھلانی پڑے گی کیونکہ جب تک یہ جوان نہیں ہو جاتا وہ روٹی جو ایک جوان کھا سکتا ہے یہ نہیں کھا سکتا۔ اِسی طرح ماں یہ بھی سمجھتی ہے کہ جب میرے گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اب کوئی غیر شخص اس کی حفاظت نہیں کرے گا۔ غرض یہ تین چیزیں ہیں جن کے متعلق وہ فیصلہ کر لیتی ہے۔

(۱) ماں جانتی ہے کہ یہ بچہ پالنا پڑے گا۔

(۲) ماں جانتی ہے کہ یہ بچہ مجھے ہی پالنا پڑے گا۔

(۳) ماں جانتی ہے کہ اس کی پرورش میں مجھے وہ تمام طریقے اختیار کرنے پڑیں گے جن کے نتیجہ میں یہ جوان اور طاقتور بن جائے اور جب تک یہ بڑا نہیں ہو جاتا اُس وقت تک مجھے اور قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی جوان قربانیوں سے مختلف ہوں گی جو ایک بڑی عمر کے بچہ کے لئے کی جاتی ہیں۔ ایک عورت کا بچہ ۱۵ سال کا ہو اور ایک عورت کا بچہ ۲ مہینے کا تو کیا کوئی شخص اُس عورت کو معقول کہہ سکتا ہے جو اپنے دو مہینے کے بچہ کے منہ میں بھی روٹی ڈالے، اسے بھی کھلانے کے لئے پلاؤ دے اور دلیل یہ دے کہ چونکہ فلاں عورت کا ۱۵ سالہ بچہ بھی روٹیاں کھاتا ہے، ہڈیاں چباتا ہے اس لئے میں بھی اسے یہی چیزیں دوں گی۔ تم ایسی عورت کو کیا کہو گے؟ اگر پاگل نہیں تو بے وقوف ضرور کہو گے۔ اِسی طرح جو مُلک جوان ہو چکا، جو مُلک طاقت پکڑ چکا، جو مُلک قوت حاصل کر چکا، جس کی بنیادیں مضبوط ہو چکیں اُس کے افراد کو جس رنگ میں قربانیاں کرنی پڑیں وہ ان قربانیوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں جو ایک ایسے مُلک کے افراد کو کرنی پڑتی ہیں جس کو نئی حکومت ملی ہو۔ نئی حکومت کی مثال بالکل اُس درخت کی سی ہوتی ہے جس نے ابھی اپنی جڑیں نہیں پکڑیں۔ ایک بَڑ کے درخت کی کونپل جب زمین میں سے نکلتی ہے تو اُسے بکری بھی اپنے پاؤں سے مَسل سکتی ہے لیکن وہی بَڑ کا درخت جب بڑا ہوتا ہے تو ایک بیل بھی ٹکر مارے تو اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ بڑے سے بڑا بھینسا بھی اسے ٹکرے مارے تو وہ ہل نہیں سکتا۔ پس محض اتنی مشابہت سے کام نہیں چل سکتا کہ فلاں خدمت میں ایسا ہوتا ہے اگر اس قسم کی مشابہت سے ہی نتائج اخذ کر لئے جائیں تو یہ طریق بالکل اُس بیوقوف ماں کی طرح ہوگا جو اپنے دودھ پیتے بچہ کو اِس مشابہت کی بناء پر روٹی کھلانے لگ جائے کہ فلاں عورت کا

پندرہ سالہ بچہ روٹی کھاتا ہے میں اپنے بچے کو کیوں نہ روٹی کھلاؤں۔
غرض ایک بہت بڑا فرق ہے امریکہ، فرانس، انگلستان، روس اور جرمنی کی حکومتوں اور پاکستان کی حکومت میں۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ پاکستان بچہ ہے اور وہ جوان ہیں۔ جوانوں کے لئے اور قواعد ہوتے ہیں اور بچہ کے لئے اور قواعد ہوتے ہیں۔ جوان لڑکے کے لئے ماں رات کو نہیں جاگتی لیکن بچہ کے لئے ماں رات کو جاگتی ہے۔ جوان لڑکے کو ماں اپنی چھاتی سے دودھ نہیں پلاتی لیکن بچے کو وہ اپنا خون چوساتی ہے۔ پس جب تک تم اُن ذمہ داریوں کو نہ سمجھو جو پاکستان کی طرف سے تم پر عائد ہوتی ہیں اُس وقت تک تم محض ان مشابہتوں سے اپنے دلوں کو تسلّی نہیں دے سکتے کہ امریکہ اور انگلستان اور فرانس اور جرمنی اور روس میں ایسا ہوتا ہے۔ میں تو اخبارات میں جب اس قسم کے مضامین پڑھتا ہوں کہ امریکہ میں یوں ہوتا ہے، انگلستان اور فرانس میں یوں ہوتا ہے تو حیران ہو جاتا ہوں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ چالیس سال کے مضبوط آدمی کی طرح ہیں اور پاکستان ابھی بچہ ہے۔ بہرحال ایک پاکستانی کو اور رنگ کی قربانی کرنی پڑے گی اگر وہ اپنے مُلک کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور انگلستان کے آدمی کو اور رنگ کی قربانی کرنی پڑے گی۔ اور پاکستان کے لوگ یہ چاہیں گے کہ وہ اتنی ہی قربانی کریں جتنی امریکہ اور انگلستان کے لوگ کر رہے ہیں تو یہ پاکستان کی دشمنی ہوگی۔ جس طرح وہ ماں جو اپنے دو مہینے کے بچے کو روٹی یا بوٹی کھلانا چاہتی ہے وہ اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتی ہے۔ اور باتوں کو جانے دو وہ زائد قربانیاں جو پاکستان کے لوگوں کو کرنی چاہئیں ان کو نظر انداز کر دو۔ وہ موٹی موٹی قربانیاں جن میں انگلستان اور امریکہ بھی شامل ہیں انہی کو لے لو اور پھر دیکھو کہ پاکستانی کیا کر رہے ہیں۔
یہ واضح بات ہے کہ حکومتیں روپے سے چلتی ہیں مگر جب پاکستان بنا تو شروع شروع میں تو ایک اندھیر مچ گیا۔ میں جب مشرقی پنجاب سے آیا تو ریلوے کے بعض بڑے بڑے افسر میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ بغیر ٹکٹ لئے زبردستی ریل میں گھس آتے ہیں اور کہتے ہیں انگریز تو چلا گیا اب اپنی حکومت ہے اب ہم ٹکٹ کیوں خریدیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب ہماری اپنی حکومت ہے مگر سوال یہ ہے کہ اپنی چیز کی زیادہ حفاظت

کیا کرتے ہیں یا کم حفاظت کیا کرتے ہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی عورت کہے کہ میں فلاں بچہ کے سر پر نہیں بیٹھتی کیونکہ یہ کسی اَور کا بچہ ہے میں تو اپنے بچہ کے سر پر بیٹھوں گی۔ یہ صاف بات ہے کہ اگر وہ اپنے بچہ کے سر پر بیٹھے گی تو وہ مر جائے گا پس بیشک یہ درست ہے کہ اب ہماری اپنی حکومت ہے، یہ بھی درست ہے کہ اب ہماری اپنی ریل ہے مگر اپنی حکومت اور اپنی ریل کو زیادہ بچایا کرتے ہیں یا زیادہ نقصان پہنچایا کرتے ہیں؟ یا اپنا بچہ ہو تو ہم اس کی کم قدر کیا کرتے ہیں یا زیادہ قدر کیا کرتے ہیں؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا اُن کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا تھا کہ اس کے جانے کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی دونوں کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ اس نے دو سال کے بعد واپس آنا تھا یہ واضح بات ہے کہ واپسی پر وہ پہچان نہیں سکتا تھا کہ اِس کا بچہ کونسا ہے اور اُس کا بچہ کونسا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ابھی وہ گھر پر نہیں پہنچا تھا کہ اِن دونوں عورتوں کو ایک شادی میں شریک ہونے کے لئے کہیں باہر جانا پڑا۔ راستہ میں جنگل آتا تھا وہ جا رہی تھیں کہ بھیڑیا آیا اور اُن میں سے ایک کا بچہ اُٹھا کر لے گیا۔ جس عورت کا بچہ بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا اُس نے سمجھا کہ جب میرا خاوند گھر میں آیا اور اس نے دیکھا کہ دوسری عورت کا تو بچہ ہے اور میرا کوئی بچہ نہیں تو اُس کی محبت مجھ سے کم ہو جائے گی اور دوسری عورت سے زیادہ محبت کرنے لگ جائے گا۔ وہ چالاک عورت اِس خیال کے آتے ہی اس نے دوسری عورت کا بچہ اُٹھا لیا اور کہنے لگی یہ میرا بچہ ہے۔ بھیڑیا تیرا بچہ اُٹھا کر لے گیا ہے۔ اس پر ان دونوں کی آپس میں خوب لڑائی ہوئی۔ ایک کہتی کہ یہ میرا بچہ ہے اور دوسری کہتی کہ یہ میرا بچہ ہے۔ وہ اس جھگڑے کو کئی قاضیوں کے پاس لے کر گئیں مگر کوئی شخص یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ بچہ کی اصلی ماں کونسی ہے۔ آخر چلتے چلتے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچا حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی پتہ لگ گیا کہ اس اس طرح کا ایک مقدمہ عدالتوں میں چل رہا ہے مگر ابھی تک اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ وہ نوجوان تھے اور نوجوانی میں جوش زیادہ ہوتا ہے اُنہوں نے اپنے والد کو کہلا بھیجا کہ یہ مقدمہ میری عدالت میں بھجوا دیا جائے میں اس کا فیصلہ کر دوں گا۔ اُنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان دونوں عورتوں کو بھجوا دیا جب یہ ان کے پاس گئیں اور

اپنے جھگڑے کی تفصیل بیان کی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا نہیں معلوم وہ کیسے قاضی تھے جن کے پاس یہ مقدمہ جاتا رہا اور وہ اِس کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ یہ ایک سیدھی سادی بات ہے جب ہمیں اِس بات کا پتہ نہیں لگ سکتا کہ یہ بچہ کس عورت کا ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اِس بچہ کو دونوں میں آدھا آدھا بانٹ دیا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے حکم دیا کہ چھری لاؤ میں ابھی اِس بچہ کو کاٹ کر اِن میں آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں۔ جب اُنہوں نے کہا چھری لاؤ میں اس بچہ کو کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دوں تو جس کا بچہ بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا تھا وہ کہنے لگی خدا آپ کا بھلا کرے کیسے انصاف کی بات ہے جو آپ نے کہی۔ مگر جس کا بچہ تھا وہ کہنے لگی حضور! میں نے جھوٹ بولا ہے یہ بچہ میرا نہیں اسی کا ہے بے شک اِسی کو دے دیا جائے۔ آخر اُس کی مامتا تھی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تدبیر کو تو نہ سمجھی اُس نے خیال کیا کہ یہ سچ مچ اِس کے دو ٹکڑے کرنے والے ہیں اِس پر اُسے خیال آیا کہ بچہ خواہ مجھے نہ ملے یہ کم از کم جیتا تو رہے۔ چنانچہ اُس نے بڑی لجاجت سے کہا کہ حضور! بچہ اسے ہی دے دیں میں نے جھوٹ بولا تھا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے اور اُنہوں نے وہ بچہ اس کے سپرد کر دیا جو حقیقی ماں تھی اور دوسری عورت کو سزا دی۔ تو مائیں بعض دفعہ اپنا حق بھی قربان کر دیتی ہیں مگر یہ نہیں چاہتیں کہ ان کا بچہ ہلاک ہو۔ اگر پاکستان واقع میں تمہارا ہے تو پھر تمہیں اس کی مضبوطی کے لئے قربانیاں بھی کرنی پڑیں گی۔ صرف یہ کہہ کر تم اُن قربانیوں سے آزاد نہیں ہو سکتے کہ یہ ہماری چیز ہے ہم اسے جس طرح چاہیں رکھیں بلکہ ہماری چیز کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں دوسروں سے زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی۔

یہ تو میں نے ایک مثال دی ہے اس کے علاوہ اور بھی بیسیوں مثالیں ہیں۔ یہ زمینداروں کا ضلع ہے اور زمیندار اپنے ٹیکس کو بچا نہیں سکتا کیونکہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ اس کے پاس اتنی زمین ہے اور اتنا اس کا معاملہ ہے۔ گورنمنٹ کا ملازم بھی پکڑا جاتا ہے کیونکہ گورنمنٹ اسے تنخواہ دے رہی ہوتی ہے اور وہ جانتی ہے کہ اسے کتنی تنخواہ ملتی ہے لیکن باقی لوگ ٹیکسوں میں برابر کھینچا تانی کرتے رہتے ہیں۔ انگریز کے وقت تو ایک ہندوستانی کہہ سکتا تھا کہ انگریز حکمران ہے میں اسے روپیہ کیوں دوں لیکن اب تو پاکستان تمہارا اپنا بچہ ہے اپنے بچے کے لئے تمہیں

لازماً قربانیاں کرنی پڑیں گی اور لازماً اپنا روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ اگر روپیہ نہیں ہوگا تو فوجیں کس طرح رکھی جاسکیں گی اور حکومت کے انتظامات کس طرح چلائے جائیں گے۔ مگر باوجود اس کے کہ اب حکومت اپنی ہے اور اپنی چیز کے لئے زیادہ قربانیاں کرنی چاہئیں تاجر وہی ہیر پھیر کر رہے ہیں جو پہلے کیا کرتے تھے۔ مثلاً سیلز ٹیکس کو ہی لے لو میں نے دیکھا ہے کہ بہت کم تاجر ہیں جو سیلز ٹیکس لگاتے ہیں اور گاہک پر سیلز ٹیکس نہ لگانے کا احسان رکھ کر اپنی چیزیں نہایت گراں قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ ابھی لاہور سے آتے وقت میں نے بازار سے ایک چیز منگوائی جب مجھے اس کی قیمت بتائی گئی تو میں نے کہا کہ قیمت بہت زیادہ ہے۔ اس پر آدمی پھر دُکاندار کے پاس گیا مگر اس نے واپس آ کر کہا کہ وہ دُکاندار کہتا ہے میں سیلز ٹیکس اپنے پاس سے دے دونگا قیمت اس سے کم نہیں ہوسکتی۔ میں نے کہا یہ تو وہی بات ہوئی کہ ’’حلوائی کی دُکان اور دادا جی کی فاتحہ‘‘۔ سیلز ٹیکس تم مجھ سے لو مگر یہ دھوکا بازی نہ کرو۔ غرض تاجر کا عام طریق یہی ہے وہ گاہک کو بھی خوش کر لیتا ہے کیونکہ سیلز ٹیکس کھاتے میں نہیں چڑھاتا اور چیز بھی نہایت گراں قیمت پر فروخت کر دیتا ہے۔ گورنمنٹ کا اندازہ یہ تھا کہ سیلز ٹیکس سے اسے سات سے دس کروڑ تک روپیہ وصول ہوگا لیکن پچھلے سال اس کی ساری وصولی اڑھائی کروڑ روپیہ کی ہوئی ہے گویا سات آٹھ کروڑ روپیہ تاجر اُڑا گیا اور دوسرے ٹیکسوں کی بھی یہی حالت ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہی نہیں کہ اگر یہ چیزیں نہ ہوں گی اور خدانخواستہ کسی وقت دشمن آ گیا تو وہ کس پر حملہ کرے گا کیا وہ پاکستان پر نیزہ مارے گا؟ پاکستان تو ایسی چیز نہیں جسے ہندو اور سکھ نیزے مار سکیں۔ ہندو اور سکھ اگر پاکستان میں داخل ہوئے تو وہ پاکستان میں نیزہ نہیں ماریں گے وہ تمہارے سینوں میں نیزہ ماریں گے پس اِس کے لئے اگر کوئی قربانی کرو گے تو اِس کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا۔ نہ کرو گے تو اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی جو کچھ تکلیف پہنچے گی وہ تمہیں پہنچے گی۔

اِسی طرح علمی ترقی ہے علمی طور پر بھی ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم اپنے معیار کو بڑھائیں اگر پاکستان بن جانے کے بعد بھی یہاں کے لوگ اسی طرح جاہل رہیں جس طرح نیپال وغیرہ کے لوگ ہیں تو پاکستان کی دنیا میں کیا عزت ہوسکتی ہے اور علمی ترقی کالجوں اور سکولوں سے ہوتی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب بھی ہمارے نوجوان کھیل کود اور لغویات میں اپنا وقت گزار رہے

ہیں اگر یہی حال رہا تو پھر ہمارے مُلک کی ترقی کی کیا صورت ہوگی محض پاکستان کا نام تو کوئی ایسی چیز نہیں جس سے اسے عزت حاصل ہو سکے۔ پاکستان کو عزت اسی طرح حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ دنیا کی تمام قومیں اِس کا احترام کرنے پر مجبور ہوں۔ اور یہ نہیں ہوسکتا جب تک ہمارے سکول کا ہر لڑکا یہ فیصلہ نہ کرے کہ وہ کوشش کر کے اور رات اور دن پڑھائی کر کے ایسے مقام پر کھڑا ہونے کی کوشش کرے گا کہ دنیا اُسے رشک کی نگاہوں سے دیکھنے لگ جائے۔ اسی طرح یہ نہیں ہوسکتا جب تک ہمارے کالج کا ہر لڑکا یہی کوشش نہ کرے اور رات اور دن اپنی تعلیم کو ترقی دینے کی جدوجہد نہ کرے۔ مگر حالت یہ ہے کہ بجائے اپنے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے ہمارے نوجوان سینما میں جاتے ہیں، گندے گیت گاتے ہیں اور اپنا روپیہ کھیلوں اور دوسری لغویات میں ضائع کر دیتے ہیں۔ کیا یہ پاکستان کو ترقی دینے والی چیزیں ہیں یا اس کی عزت کو کم کرنے والی چیزیں ہیں؟ اگر ہمارا مقصد پاکستان کو ترقی دینا ہے تو جب تک ہمارا نوجوان دنیا کے نوجوانوں کے برابر کھڑا نہ ہو جائے پاکستان کو کوئی عزت حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ہمارا نوجوان ہر قسم کے علوم میں دوسروں سے آگے نہ نکل جائے تو اُس وقت تک وہ دوسروں کا راہنما نہیں بن سکتا۔ یہ کام بہر حال نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے اور اِس کی طرف وہ جتنی توجہ کریں کم ہے۔ اب پہلا زمانہ نہیں رہا اب ہمیں اپنی زندگیاں بدلنی پڑیں گی۔ ہم نے خود کہا تھا کہ خدایا! ہمیں یہ چیز دے اب اس چیز کو صحیح طور پر قائم رکھنا اور اسے بڑھانا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اپنے فرائض کو نہیں سمجھیں گے تو ہم شرمندہ ہوں گے اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کہے گا میں نے تمہیں ایک بچہ دیا۔ میں نے تمہیں تمہارے مطالبہ پر بچہ دیا مگر تم نے اسے ضائع کر دیا۔

یہ امر یاد رکھو کہ آزادی کے معنی خالی حکومت کے نہیں بلکہ اپنے اندر ایسے تبدیلیاں پیدا کرنے کے ہیں جن سے وہ مُلک طاقت حاصل کرے اِس وقت یورپ میں بھی بعض ایسے علاقے ہیں جن کی کوئی طاقت نہیں جیسے ناروے ہے، سویڈن ہے یا پہلے رومانیہ اور بلغاریہ ہوا کرتے تھے انہیں آزادی تو حاصل ہے مگر طاقت کچھ نہیں لیکن امریکہ اور انگلستان اور فرانس اور روس یہ ایسی حکومتیں ہیں جن کو طاقت حاصل ہے۔ اگر آپ لوگ بھی اپنے مُلک کو ہر رنگ میں

آگے نہیں بڑھائیں گے تو یہ آزادی ایک کھلونا بن کر رہ جائے گی۔

عملی قربانی ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر پاکستان کو مضبوطی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ماں رات کو جاگتی ہے اور دن کے وقت صبح سے شام تک بچہ کی خبر گیری میں مصروف رہتی ہے اسی طرح آپ لوگوں کو بھی سمجھنا چاہیے کہ جب ہم نے آزادی مانگی اور اپنی ترقی کے لئے ایک علیحدہ مُلک مانگا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرما دیا تو اب ہمیں اس کے لئے عملی رنگ میں قربانی کرنی پڑے گی اور عملی قربانی میں محنت سے کام کرنا، ایثار سے کام کرنا اور دیانت سے کام کرنا شامل ہے۔ حُکام کو چاہیے کہ وہ رشوت خوری کی عادت کو ترک کر دیں اور اپنے کیریکٹر کو مضبوط بنائیں۔ گو پہلے بھی یہ ایک نہایت گندی بات تھی لیکن اب تو قومی لحاظ سے بھی یہ ایک لعنت ہے اور اسے جس قدر جلد دور کیا جا سکے اُسے دور کرنا چاہیے۔

اسی طرح ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے احکام بجائے زور اور لاٹھی سے منوانے کے محبت اور پیار سے منوانے کی کوشش کیا کریں۔

یہ ایک بہت بڑی خرابی ہے کہ حکومت کے نشہ میں اپنی قوم کے جائز حقوق کا خیال نہ رکھا جائے اور ان پر زور سے حکومت چلانے کی کوشش کی جائے۔ غرض عوام الناس کو چاہیے کہ وہ اپنے ٹیکس ادا کریں، نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ علم حاصل کرنے میں اپنا سارا زور صَرف کر دیں، سرکاری حُکّام کو چاہیے کہ کسی سے رشوت لینے کا خیال تک بھی ان کے دل میں نہ آیا کرے۔ ہر شخص جو کسی افسر کے پاس جائے وہ اِس یقین اور وثوق کے ساتھ واپس آئے کہ پاکستان نے ہمارے مُلک کی کایا پلٹ دی ہے۔ پہلے تو سرکاری حُکّام روپیہ لے لیتے تھے مگر اب نہیں لیتے۔ تم ذرا ان تین چیزوں کا ہی قیاس کر کے دیکھو کہ اگر ہمارا مُلک ان پر عمل کرنے لگے تو اس میں کتنا بڑا تغیر پیدا ہو جائے یعنی تم میں سے ہر شخص اپنا ٹیکس ادا کرنے لگ جائے، تاجر انکم ٹیکس ادا کریں، پیشہ ور دیانتداری کے ساتھ سیلز ٹیکس ادا کریں، زمیندار اپنا ٹیکس ادا کریں، ریلوں پر سفر کرنے والے کبھی بغیر ٹکٹ کے سفر نہ کریں، سرکاری حُکّام رشوتیں لینا ترک کر دیں اور پھر ہر دُکاندار اور تاجر اپنے اِردگرد کے دکانداروں کا خیال رکھے اور اگر وہ سیلز ٹیکس وغیرہ ادا نہ کر رہے ہوں تو اُنہیں سمجھائے اور نصیحت کرے تو پاکستان کی آمدن کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ اِس

وقت پاکستان کی کُل آمدن اسّی کروڑ روپیہ سالانہ ہے لیکن اگر تمام لوگ صحیح طور پر ٹیکس ادا کرنے لگ جائیں تو یہ آمد ڈیڑھ ارب تک پہنچ سکتی ہے۔ ہندوستان کی آمد تین ارب سے اوپر ہے اور پاکستان کا علاقہ ہندوستان کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے پاکستان کا سارا حدود اربعہ تین لاکھ میل کا ہے اور ہندوستان کا حدود اربعہ ۲۶ لاکھ میل ہے گویا اسے ۲۶ لاکھ میل کی حفاظت کے لئے تین ارب روپیہ ملتا ہے اور پاکستان کو تین لاکھ میل کی حفاظت کے لئے ڈیڑھ ارب روپیہ مل سکتا ہے اور اس طرح پاکستان کے پاس اتنا روپیہ اپنی فوج کی مضبوطی کے لئے، اپنے بحری بیڑہ کو مضبوط بنانے کے لئے اور اپنے ہوائی بیڑہ کو مضبوط بنانے کے لئے بچ سکتا ہے کہ وہ ہندوستان سے نواں حصہ چھوٹا ہوتے ہوئے بھی طاقت میں اُس سے بڑھ جائے گا لیکن اگر ٹیکس ادا نہ کرو تو پاکستان کی فوجیں کمزور رہوں گی، اس کے پاس سامانِ حرب کم ہوگا اور اس کے اندر طاقت پیدا نہیں ہوگی ایسی حالت میں اگر کسی دشمن نے حملہ کر دیا تو تم کیا کرو گے؟ آخر کونسی چیز ہوگی جو تمہارے پاس ہوگی اور جس سے تم اُس کے مقابلہ میں کامیاب ہوسکو گے۔ دشمن کو تو تم اسی طرح بھگا سکتے ہو کہ تم اپنی فوجوں کو مضبوط کرو اور یہ کام نہیں ہوسکتا جب تک تم لوگ اس کے لئے عملی قربانی نہ کرو۔ مثلاً عملی قربانی میں ایک یہ بات بھی شامل تھی کہ فوجوں میں اپنے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ بھرتی کیا جائے مگر اس طرف بھی کوئی توجہ نہیں کی گئی کیونکہ مسلمانوں کو قربانی کی عادت نہیں۔ اُنہوں نے بچہ لے لیا مگر اسے پالنا نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے بچہ دینا تھا۔ سو اس نے دے دیا مگر یہ بچہ لے کر کبھی کہتے ہیں ہم اسے اپنا خون پلائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے، کبھی کہتے ہیں ہم اس کے لئے راتوں کو جاگیں یہ کیسے ہوسکتا ہے، کبھی کہتے ہیں ہم اس کے لئے پیسے خرچ کریں یہ کیسے ہوسکتا ہے، اگر تم نے یہی کچھ کرنا تھا تو پھر بچہ مانگا کیوں تھا؟ بچہ لینے کے بعد تو بہر حال تمہیں اس کے لئے قربانی کرنی پڑے گی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں نے پاکستان کیوں مانگا تھا؟ جہاں تک میں نے لوگوں سے پوچھا ہے وہ اِس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم نے پاکستان اسلام کے لئے مانگا تھا اور آجکل اخبارات میں بھی یہی چرچا ہے۔ جو اخبار نکالو اس میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ پاکستان اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لئے کچھ نہیں کرتی ہم نے تو پاکستان اسلام کے لئے

مانگا تھا۔ مجھے ایسے اخبارات پڑھ کر ہمیشہ ہنسی آتی ہے اور میں حیران ہوتا ہوں کہ کہنے والا کہتا کیا ہے۔ آخر اسلام کس چیز کا نام ہے؟ اسلام اِس چیز کا نام نہیں کہ دس بیس نوکریاں بعض لوگوں کو مل جائیں، اسلام اِس چیز کا نام نہیں کہ دس بیس عہدے بعض لوگوں کو مل جائیں، اسلام نام ہے کچھ اخلاقی اصول کا، کچھ روحانی اصول کا اور کچھ عقائد کا۔ اسلام نام ہے اِس بات کا کہ ہر شخص اِس بات کا اقرار کرے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اب بتایئے پاکستان گورنمنٹ کیا قانون بنائے؟ کیا وہ یہ قانون بنائے کہ ہمارے مُلک میں آئندہ ایک خدا ماننا جائز ہوگا۔ ہر شخص کہے گا کہ اگر کوئی ایک خدا ماننا چاہے تو اسے روکتا کون ہے۔ انگریز نہیں روکتا، روس نہیں روکتا، جرمنی نہیں روکتا، جاپان نہیں روکتا۔ جب دنیا کے ہر مُلک میں بلکہ ایسے مُلک میں بھی جو مذہب کا شدید ترین دشمن ہے یہ عقیدہ رکھا جا سکتا ہے تو پھر اس کے لئے کسی قانون کی کیا ضرورت ہے۔ اسلام نام ہے اس بات کا کہ انسان اس بات پر ایمان لائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے ایسے رسول کہ جن سے خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل کا کام انتہائی درجہ پر کیا اور وہ سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ اب پاکستان گورنمنٹ کیا کرے؟ کیا وہ یہ کہے کہ اب تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے مگر آئندہ اس عقیدہ کے رکھنے میں آزادی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ اس میں پاکستان گورنمنٹ کا کیا دخل ہے ہم گھر میں بیٹھے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی کہہ سکتے ہیں اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اِس میں نہ تو پاکستان گورنمنٹ کا کوئی دخل ہے اور نہ اس کیلئے کسی قانون کی ضرورت ہے کہ اس کے لئے چیخ و پکار کی جائے۔

دوسری چیز جو ہمارے عقائد میں شامل ہے وہ قرآن کریم کو سچا ماننا ہے۔ اب بتائیں اس عقیدہ کے رکھنے میں کونسا قانون مانع ہے یا کونسا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم قرآن کریم کو سچا نہ مانیں کہ اس کے خلاف ہمیں کسی قانون کی ضرورت ہو۔ اسلام تو صرف یہ کہتا ہے کہ تم سچے دل سے اس بات پر یقین رکھو کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے مگر کیا کوئی قانون انگریز نے اس کے خلاف بنایا ہوا تھا۔ جب انگریزوں کے وقت اس کے خلاف کوئی قانون تھا نہ اب ہے تو مملکت پاکستان کیا کرے اور وہ کس چیز کے متعلق قانون نافذ کرے۔

اسی طرح اسلام کا اصول قضا و قدر پر ایمان لانا ہے۔ کیا انگریز نے کوئی قانون بنایا ہوا تھا کہ تم قضا و قدر پر ایمان نہ لاؤ یہ تو اپنے دل کی بات ہے اگر ہم اس عقیدہ کو ماننا چاہیں تو کوئی قانون ہمیں اس سے روکتا نہیں۔ یا مثلاً اسلام کا ایک اصل یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور وہ دوزخ یا جنت میں رکھا جائے گا۔ اب بتاؤ آیا اس کے متعلق انگریز کا کوئی قانون تھا کہ یہ بات نہ مانو؟ یا اب کوئی قانون ہے کہ یہ عقیدہ نہ رکھا جائے؟ جب نہ پہلے کوئی قانون اس کے خلاف تھا نہ اب ہے تو کونسی چیز ہے جس کے لئے پاکستان کو کسی قانون کے بنانے کی ضرورت ہے۔

اب آگے چلو۔ اسلام نام ہے کچھ اخلاقیات کا۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ مؤمنوں کو سچ بولنا چاہیے، ظلم نہیں کرنا چاہیے، فسادات نہیں کرنے چاہئیں، عصمت دری نہیں کرنی چاہیے۔ اب بتایئے ان اخلاقی تعلیموں میں سے کونسی تعلیم ہے جس کے خلاف پاکستان گورنمنٹ نے کوئی قانون بنایا ہوا ہے یا جس کے خلاف پہلے کا کوئی قانون موجود ہے۔ جب نہ پہلے اس کے خلاف کوئی قانون موجود ہے اور نہ اب ہے تو کیا چیز ہے جو لوگ مانگ رہے ہیں۔

اسی طرح اسلام کے احکام میں یہ بات شامل ہے کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنائے اسلام پانچ چیزوں پر ہے توحید پر یعنی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے، نماز پر، روزے پر، حج پر، زکوٰۃ پر۔ اب بتایئے پانچ ارکانِ اسلام میں سے کس رُکن کے خلاف کوئی قانون موجود ہے کیا کوئی حکم ہے کہ نماز نہ پڑھی جائے؟ اگر کسی نے نماز پڑھی تو اسے سزا دی جائے گی؟ یا کیا کوئی قانون انگریز کا تھا کہ حج نہ کرو؟ اگر کوئی حج پر گیا تو اُسے سزا دی جائے گی؟ یہ تمام احکام ایسے ہیں جو ہر شخص کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اگر نماز پڑھنا چاہے یا روزہ رکھنا چاہے یا حج کرنا چاہے یا زکوٰۃ دینا چاہے تو کوئی قانون اسے نہیں روکتا۔ قرآن کریم میں قریباً ۹۰۰/ احکام پائے جاتے ہیں ان میں سے شاید زیادہ سے زیادہ دو تین حکم ایسے ہوں گے جن میں حکومت کا دخل ہو باقی سب احکام ایسے ہیں جن میں فرد کا دخل ہے اور وہ اگر چاہے تو بغیر کسی روک کے ان پر عمل کر سکتا ہے۔

پس یہ جو اخبارات میں شور پڑا ہوا ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیے یہ ایک ایسی چیز

ہے جسے دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ انگریز کے زمانہ میں بھی ان احکام پر عمل کرنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی اور اب تو ہر رنگ میں آزادی حاصل ہے۔ اُس وقت تو یہ خیال بھی آسکتا تھا کہ انگریز کی نقل کی وجہ سے لوگ اسلامی احکام پر عمل کرنے میں سست ہو رہے ہیں مگر اب تو وہ بھی بھاگ گیا پھر ہمارے لئے ان احکام پر عمل کرنے میں روک کیا ہے اور کونسی چیز ہمارے لئے مانع ہے۔ جب کوئی بھی نہیں روکتا تو پھر اِس شور کے کیا معنی ہیں کہ اسلامی حکومت قائم ہونی چاہیے۔ یہ شور جو اخباروں میں مچایا جا رہا ہے اِس کے متعلق دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو یہ کہ سارے مُلک کی آواز ہے یا نہیں۔ اگر یہ مُلک کی آواز نہیں تو اقلیت کو کیا حق ہے کہ جب اکثریت ایک بات کے خلاف ہے تو وہ اسے مجبور کرے اور کہے کہ ضرور اسلام پر عمل کرو۔ اور اگر مُلک کی اکثریت یہ چاہتی ہے کہ اسلامی قانون نافذ ہو تو سوال یہ ہے کہ جب اکثریت یہ چاہتی ہے کہ اسلام پر عمل ہو تو کیا وہ خود اسلام پر عمل کر رہی ہے؟ کیا پاکستان قائم ہونے سے پہلے دس نمازی مسجد میں آیا کرتے تھے؟ اور اب ان کی تعداد ہزار تک پہنچ گئی ہے؟ یا ہر مسلمان نماز پڑھنے لگ گیا ہے؟ یا اگر ہر مسلمان نہیں تو اکثر نماز پڑھنے لگ گئے ہیں؟ میں اِس وقت تقریر میں ایک عام بات کر رہا ہوں اس کی سچائی یا جھوٹ کو اس جگہ پر پرکھا نہیں جا سکتا لیکن قرآن کریم نے ایک اصول بیان کیا ہے جس سے تم کسی بات کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہو۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی سچائی پیش ہو تو تم الگ الگ یا اکٹھے ہو کر غور کرو کہ کہنے والے نے سچی بات کہی تھی یا جھوٹی بات کہی تھی۔ اس اصول کے مطابق آپ بھی غور کریں کہ کیا آپ کے ہمسایہ میں پاکستان بننے کے بعد سب لوگ نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں؟ آپ اپنے دوستوں سے پوچھئے کہ پاکستان بننے کے بعد نمازیوں میں کتنی ترقی ہوئی ہے اور پہلے ان کی تعداد کتنے فیصد تھی۔ آیا پاکستان بننے کے بعد ۵۵ فیصدی لوگ نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں کہ ہم کہہ سکیں اکثریت نماز پڑھتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی وہ کافر ہو گیا[1] اِس لحاظ سے ہر مسلمان کو نماز کا پابند ہونا چاہیے۔ مگر میں کہتا ہوں اِس کو وسیع کر لو اور پھر حالات کا جائزہ لو۔ آپ اپنے محلّہ کے لوگوں سے ہی بات کیجئے اور پھر بتایئے کہ کیا مسلمانوں میں سے ۵۵ فیصدی لوگ نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں؟ مگر ایک بات یاد رکھیئے

آپ کا نفس آپ کو دھوکا نہ دے۔ ایک نماز لوگوں نے ایسی بنالی ہے جس سے وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہمیں تمام نمازوں سے چھٹی مل گئی ہے۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں ایک مُلّا تھا اس نے کہیں یہ بات پڑھ لی کہ جب کسی کو کوئی ایسی چیز مل جائے جو آوارہ پھر رہی ہو اور جس کی حفاظت نہ ہوسکتی ہو تو تین دفعہ اعلان کرنے کے بعد وہ اُس چیز کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ یہ بات پڑھنے کے بعد اُس نے یہ طریق بنالیا کہ جہاں کوئی ریوڑ بکریوں یا بھیڑوں کا جا رہا ہوتا وہ اُس کے پیچھے چل پڑتا اور جب کوئی بکری یا بھیڑ کا بچہ پیچھے رہ جاتا تو وہ اُسے پکڑ لیتا اور جب دیکھتا کہ گلہ بان دُور نکل گیا ہے تو زور سے آواز دیتا ''کسی کی'' اور پھر نہایت دبی زبان سے کہتا '' بکری''۔ اس طرح تین دفعہ وہ اعلان کر دیتا اور پھر بکری پکڑ کر گھر میں لے آتا اور وہ سمجھتا کہ اب اس پر میرا قبضہ جائز ہوگیا ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے ایک طرف دین کا احترام قائم رکھنے کے لئے اور دوسری طرف نمازوں سے چھٹی حاصل کرنے کے لئے ایک جمعہ کا نام جمعۃ الوداع رکھا ہوا ہے۔ جو رمضان کا آخری جمعہ ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جو شخص جمعۃ الوداع میں آکر شامل ہوگیا اور اُس نے نماز پڑھ لی اُس نے سارے سال کی نمازیں پڑھ لیں۔ اِس نماز کو وہ قضاء عمری کہتے ہیں یعنی عمر بھر کی نمازیں اس ایک نماز کے پڑھنے سے معاف ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اُنہوں نے ایک دعائے گنج العرش بنائی ہوئی ہے جس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ جو شخص ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اسے پڑھ لے اسے آج تک جتنے نبی دنیا میں گزرے ہیں اور جتنی نیکیاں اُنہوں نے کی ہیں ان سب نبیوں کی نیکیوں جتنا ثواب مل جاتا ہے۔ اور جتنے بدمعاش دنیا میں آج تک گزرے ہیں اور جتنی بدکاریاں اُنہوں نے دنیا میں آج تک کی ہیں اُن تمام بدمعاشوں کی ساری بدیوں اور گناہوں جتنے گناہ اُس کے ایک دفعہ کے پڑھنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک دفعہ دعائے گنج العرش پڑھ لی اور چھٹی ہوگئی۔ نہ نماز رہی نہ روزہ رہا، نہ حج رہا نہ زکوٰۃ رہی، نہ قرآن کریم کے اَور احکام پر عمل کرنے کی ضرورت رہی۔ یہیں تک نہیں بلکہ اس کے اَور بھی بڑے بڑے افسانے مشہور ہیں۔

کہتے ہیں ایک بہت بڑا چور تھا جس نے مُلک بھر میں فتور مچا رکھا تھا اُس نے ہزاروں لوگوں کو قتل بھی کیا تھا مگر وہ پکڑا نہیں جاتا تھا۔ آخر ایک دفعہ سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور عدالت

میں پیش کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُسے قتل کر دو مگر جب وہ اُسے قتل کرنے کیلئے گردن پر تلوار مارتے تو ذرا بھی اثر نہ ہوتا اور قتل ہونا تو کیا معمولی زخم بھی نہ لگتا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ بات کیا ہے؟ اُنہوں نے زور زور سے تلواریں ماریں مگر وہ قتل نہ ہو سکا نہ اُسے کوئی زخم آیا۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا کہ ہم تو اسے قتل کرتے ہیں مگر یہ قتل نہیں ہوتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اِسے آگ میں جلا دیا جائے۔ اُنہوں نے لکڑیوں کا انبار جمع کیا اور آگ لگا کر اُس میں اسے پھینک دیا مگر وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص آگ میں یوں کھیلنے لگ گیا ہے جیسے کوئی باغ میں کھیلتا ہے۔ وہ پھر بادشاہ کے پاس گئے کہ یہ قصہ ہوا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا دیا جائے۔ اُنہوں نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اسے گرایا تو وہ یوں نیچے آ کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی نے نہایت آرام سے اُسے اپنے کندھوں پر اُٹھا کر نیچے لا رکھا ہو۔ اس پر وہ پھر بادشاہ کے پاس گئے کہ ہم تو عجیب مصیبت میں پھنس گئے ہیں یہ کسی طرح مرنے میں ہی نہیں آتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے گلے میں ایک بڑا سا پتھر باندھ کر سمندر میں غرق کر دو۔ اُنہوں نے اس کے گلے میں ایک بڑا سا پتھر باندھا اور سمندر میں ڈبونا چاہا مگر وہ ڈوبنے کی بجائے کارک کی طرح پانی پر تیرنے لگ گیا۔ اس پر وہ پھر بادشاہ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضور! ہم نے اسے قتل کیا مگر یہ قتل نہ ہوا، ہم نے اسے آگ میں ڈالا مگر یہ آگ میں نہ جلا، ہم نے اسے پہاڑ سے گرایا مگر یہ آرام سے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا، ہم نے اِسے سمندر میں ڈبویا مگر یہ تیرنے لگ گیا۔ بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لے آؤ وہ کوئی بہت بڑا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ آیا تو بادشاہ اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا مجھے معاف کیجئے مجھ سے سخت غلطی ہوئی میں آپ کو چور اور ڈاکو سمجھتا رہا مگر آپ تو بڑے ولی اللہ اور بزرگ ہیں۔ اُس نے کہا بادشاہ سلامت! میں ہوں تو چور ہی۔ بادشاہ کہنے لگا توبہ توبہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ چور ہو سکتے ہیں آپ تو اتنے بزرگ ہیں کہ پہاڑ سے آپ کو گرائیں تو فرشتے اُٹھا لیتے ہیں، آگ میں گرائیں تو وہ گلزار بن جاتی ہے، تلوار چلائیں تو زخم نہیں آتا، سمندر میں ڈبوئیں تو تیرنے لگتے ہیں۔ اُس نے کہا حضور! یہ سب صحیح ہے مگر میں ہوں چور ہی۔ بادشاہ نے پوچھا تو پھر بات کیا ہے کہ آپ پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں دعائے گنج العرش

پڑھا کرتا ہوں۔تو دیکھئے کام کتنا آسان ہو جاتا ہے۔ نہ نماز رہی، نہ روزہ رہا، نہ حج رہا، نہ زکوٰۃ رہی۔ چوری کیجئے، ڈاکہ ڈالئے، بُرائیاں کیجئے صرف دعائے گنج العرش پڑھ لیا کیجئے۔تو جب میں نے نمازوں کا ذکر کیا ہے تو آپ کا نفس آپ کو یہ دھوکا نہ دے کہ شاید اس سے ایک یا دو نمازیں پڑھنا مراد ہے بلکہ جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان آیا نماز پڑھتے ہیں یا نہیں تو یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ میرے نزدیک نماز پڑھنا اِس کو کہتے ہیں کہ دن رات میں پانچ دفعہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق باجماعت نماز ادا کی جائے اور تمام عمر مسلسل پڑھی جائے یہ نہیں کہ جمعۃ الوداع کے روز ایک دفعہ نماز پڑھ لی اور پھر ہمیشہ کے لئے چھٹی ہوگئی بلکہ اگر کوئی شخص سال بھر میں ایک نماز بھی چھوڑ دیتا ہے اگر وہ بھول جاتا ہے تو اَور بات ہے لیکن اگر وہ دیدہ دانستہ پچاس سال میں ایک نماز بھی چھوڑ دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔

پس آپ لوگ اپنے دوستوں اور اپنے ہمسایوں سے پوچھئے کہ جب سے پاکستان بنا ہے آیا مسلمان پہلے سے زیادہ نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں؟ اگر میری بیان کردہ تعریف کے مطابق پچپن فیصدی مسلمان آپ کو ایسے مل جائیں جو نماز باجماعت پڑھنے والے ہوں تو سمجھ لیجئے کہ مُلک کی اکثریت اسلامی حکومت قائم کرنے کے حق میں ہے اور اگر نہ ملیں تو پھر اخبارات میں جو شور مچایا جاتا ہے وہ محض ایک خیالی چیز بن جاتی ہے۔ اسی طرح حج اور زکوٰۃ کو لے لیجئے۔ روزے کا میں ذکر نہیں کرتا اس لئے کہ ہمارے مُلک میں روزہ مقابلہ کے طور پر رکھا جاتا ہے یعنی قرآن نے تو یہ کہا ہے کہ بیمار روزہ نہ رکھے، مسافر روزہ نہ رکھے مگر ہمارے مُلک میں بیمار بھی روزہ رکھ لیتا ہے اور مسافر بھی روزہ رکھ لیتا ہے۔ضرورت اِس بات کی ہے کہ اس بارہ میں بھی لوگوں کو اسلامی مسائل سے آگاہ کیا جائے۔لیکن بہرحال روزہ رکھنے کی ہمارے مُلک کے لوگوں کو عام طور پر عادت ہے اس لئے میں روزے کا ذکر نہیں کرتا لیکن حج کو لے لو تو غریب حج کو جائیں گے مگر امیر نہیں جائیں گے۔ یہاں سرگودھا میں تین چار ہزار بڑے بڑے امراء ہوں گے مگر ان میں سے صرف پانچ دس نے حج کیا ہوگا لیکن غریب لوگ جو بھوکے مرتے ہیں اور جن پر حج فرض نہیں وہ حج کرتے چلے جاتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ پاکستان بننے سے جو ذمہ داریاں آپ لوگوں پر عائد ہوتی تھیں کیا آپ نے ان ذمہ داریوں کو ادا کر دیا ہے؟ اگر آپ نے ان

ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا تو گورنمنٹ پاکستان کیا کرے۔ مثلاً آپ جب نماز نہیں پڑھنا چاہتے تو گورنمنٹ پاکستان کیا کرے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ پولیس مقرر کرے جو ڈنڈے کے زور سے آپ کو مسجدوں میں لے جایا کرے؟ اور اگر آپ سچے دل سے خود ہی نمازیں پڑھنا چاہتے ہیں تو اس میں گورنمنٹ پاکستان کے کسی قانون یا پولیس کی کیا ضرورت ہے۔ اِسی طرح اگر آپ حج نہیں کرنا چاہتے، زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ آپ کو زبردستی حج پر لے جائے اور زبردستی آپ سے زکوٰۃ وصول کرے؟ آپ ان کاموں میں سے کوئی کام بھی نہیں کرتے مگر کہتے یہ ہیں کہ ہم اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ کتنے بڑے تمسخر کی بات ہے۔ ذرا سوچئے۔ یہی سوال جو اِس وقت میں نے آپ لوگوں سے کیا ہے اگر اِس کا یورپ اور امریکہ میں اشتہار دے دیا جائے کہ مسلمان نماز پڑھنا چاہتا ہے کوئی قانون اِسے نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ ہر شہر بلکہ ہر بڑے شہر کے ہر محلّہ میں مسجد موجود ہے مگر مسلمان کو شکایت ہے کہ گورنمنٹ مجبور کر کے اُس سے نماز کیوں نہیں پڑھاتی۔ بتایئے وہ کیا کہیں گے کہ مسلمان بیوقوف ہیں یا یہ کہیں گے کہ اس میں گورنمنٹ کی غلطی ہے۔ یہ لازمی بات ہے کہ اگر انہی لفظوں میں امریکہ میں اشتہار دے دیا جائے کہ پاکستان کے مسلمانوں پر نماز فرض ہے، پاکستان کے مسلمان پر نماز باجماعت فرض ہے، پاکستان کے مسلمان پر مسجد میں آکر نماز پڑھنا فرض ہے، پاکستان کے مسلمان پر پانچ وقت مسجد میں آکر نماز پڑھنا فرض ہے سوائے اِس کے کہ اسے کوئی عذر ہو لیکن گورنمنٹ اتنی نالائق ہے کہ وہ مجبور کر کے پولیس کے ذریعہ اسے مسجد میں نہیں لاتی۔ اگر امریکہ میں اِس قسم کا پراپیگنڈہ کیا جائے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہی بیوقوف سمجھیں گے، گورنمنٹ پر کوئی الزام نہیں لگائیں گے۔

یہ شور تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ دو شخص جنگل میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے لیٹے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے دور سے ایک سپاہی کو دیکھا جو چھٹی پر اپنے گھر جا رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے سپاہی کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کیں کہ میاں سپاہی! ذرا اِدھر آنا، میاں سپاہی! ذرا اِدھر آنا۔ خدا کے لئے جلدی آنا ایک نہایت ضروری کام ہے۔ وہ شریف آدمی تھا اُس نے خیال کیا کہ نہ معلوم کیسا ضروری کام ہے جس کے لئے مجھے بُلایا جا رہا ہے وہ رستہ کاٹ

کراں کی طرف جلدی جلدی آیا اور پوچھا کہ بتائیے کیا کام ہے؟ جس نے آوازیں دی تھیں وہ کہنے لگا میاں سپاہی! میں نے تمہیں اس لئے بُلایا ہے کہ یہ بیر جو میرے سینے پر پڑا ہوا ہے اِسے اُٹھا کر ذرا میرے منہ میں ڈال دینا۔ سپاہی کو غصہ آیا کہ یہ عجیب آدمی ہے اس نے میرا سفر بھی خراب کیا اور کام بھی یہ بتایا کہ بیر میری چھاتی پر سے اُٹھا کر منہ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ سپاہی نے اُسے گالیاں دینی شروع کر دیں کہ تیرے ہاتھ ٹوٹے ہوئے تو نہیں۔ تیرے ہاتھ سلامت ہیں اور تو آسانی سے بیر اُٹھا کر منہ میں ڈال سکتا تھا تو نے مجھے کیوں بُلایا اور میرے سفر کو خراب کیوں کیا؟ جب اس نے بہت ملامت کی تو دوسرا شخص جو پاس ہی لیٹا ہوا تھا کہنے لگا میاں سپاہی! جانے بھی دو یہ تو بالکل معذور آدمی ہے۔ ارے میاں ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا مگر اس کمبخت سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اسے شیت ہی کر دیتا۔ سپاہی چپ کر کے چلا گیا کہ یہ تو دونوں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اِسی قسم کا شور آجکل اخبار میں نظر آتا ہے۔ جو اخبار اُٹھاؤ اُس میں یہی نظر آتا ہے کہ مملکت پاکستان اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے کچھ نہیں کرتی۔ آپ خود ہی غور کریں اور سوچیں کہ کیا چیز ہے جو اِس حکومت کے قائم کرنے میں روک ہے۔ اگر آپ نماز پڑھیں تو کون آپ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ اگر آپ روزہ رکھیں تو کون آپ کو روزہ رکھنے سے روکتا ہے؟ اگر آپ حج کریں تو کون آپ کو حج کرنے سے روکتا ہے؟ پاکستان آپ نے اسلامی حکومت بنانے کے لئے مانگا تھا اور پاکستان آپ کو مل گیا مگر جو چیز آپ کے اختیار میں ہے وہ آپ نہیں کر رہے اور الزام حکومت کو دے رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ شور محض اِس لئے ہے کہ اب کے یہ لوگ شرمندہ ہو رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان مانگا تھا اسلام کے لئے مگر ہم اسلام پر عمل نہیں کر رہے۔ ہمارا نفس ٹیڑھا ہے، ہمارا نفس غافل اور سست ہے لیکن ہم لوگوں کو شرمندہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہندو اور سکھ ہم سے ملیں گے اور وہ پوچھیں گے کہ کیا پاکستان لے کر تم نے اسلامی حکومت قائم کر لی تو ہم اُنہیں کہیں گے کہ ہم تو حکومت کو گالیاں دیتے رہتے ہیں حکومت ہی کچھ ایسی نالائق ہے کہ وہ اسلامی قانون نافذ نہیں کرتی مگر کیا کوئی عقلمند تمہاری اس بات کو مان لے گا؟ وہ کہے گا تمہیں کونسا قانون مجبور کرتا ہے کہ تم نماز نہ پڑھو، کونسا قانون مجبور کرتا ہے کہ تم روزے نہ رکھو، کونسا قانون تمہیں کہتا ہے کہ تم

گالیاں دو اور گند بکتے رہو، کونسا قانون تمہیں کہتا ہے کہ تم سینما کے گندے گیت بازاروں میں گاتے پھرو، کونسا قانون تمہیں کہتا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی بوسہ بازی تم سینما میں جا کر دیکھو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تم ایسا مت کرو، اسلام کہتا ہے تم ایسا مت کرو پھر کونسی چیز ہے جو تمہیں مجبور کرتی ہے کہ تم ایسا کرو۔ یقیناً یہ آپ کے نفس کا بہانہ ہے کہ حکومت اس کے متعلق کوئی قانون نافذ نہیں کرتی۔ میں کہتا ہوں اگر آپ نے یہی کچھ کرنا تھا تو پھر آپ نے پاکستان کیوں مانگا تھا؟ آپ کہتے ہیں ہم نے پاکستان اسلام کے لئے مانگا تھا اور اسلام کے لئے پاکستان آپ کو مل گیا اب کونسی چیز ہے جو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں مانع ہے۔ اگر یہ کہو کہ حکومت نماز کے لئے چھٹی نہیں دیتی تو یہ بھی غلطی ہے حکومت نے نماز کے لئے چھٹیاں دینی بھی شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ لاہور کے متعلق میرا تجربہ ہے کہ وہاں ہماری جماعت کے آدمی جو سرکاری دفاتر میں کام کرتے ہیں باقاعدہ نماز جمعہ کے لئے آتے ہیں اور اس طرح یہ چھوٹی سی روک بھی گورنمنٹ نے دُور کر دی ہے۔ پھر کیا تمام مسلمان باقاعدگی کے ساتھ نماز جمعہ میں شامل ہوتے ہیں؟ میں نہیں جانتا کیوں؟ مگر بہرحال ہماری لاہور کی جماعت نے آجکل جمعہ کا وقت دو سے ساڑھے تین بجے تک مقرر کیا ہوا ہے۔ جمعہ کے متعلق اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ باقی نمازیں تو زوال کے بعد ہوتی ہیں لیکن جمعہ کے متعلق یہ استثنٰی ہے کہ جب اشراق کا وقت آجائے یعنی نو دس بج جائیں تو اُس وقت جمعہ پڑھ لینا جائز ہوتا ہے مگر شاید دفتروں کی وجہ سے یا کسی اَور وجہ سے لاہور میں دو بجے جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ میں بعض دفعہ جمعہ کی نماز کے لئے ڈیڑھ بجے بھی آیا ہوں، بعض دفعہ پونے دو بجے بھی آیا ہوں، بعض دفعہ دو بجے بھی آیا ہوں مگر میں نے ہمیشہ دیکھا کہ اُس وقت بھی سارے مسلمان دکاندار سَودا فروخت کر رہے ہوتے ہیں اور گاہک سَودا خرید رہے ہوتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ گورنمنٹ سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ تم اسلامی قانون جاری نہیں کرتے مگر جو قانون جاری کرنا مسلمانوں کے اپنے اختیار میں ہے اس کو جاری کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہوتے۔ اسلام کہتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ[۲] اے مسلمانو! جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے تو اپنے سارے کام کاج چھوڑ دو اور جمعہ کی نماز کے لئے مساجد

کی طرف چل پڑو۔ مسلمان کا شہر جمعہ کے وقت ایسا معلوم ہونا چاہیے جیسے قبرستان، سوائے گھر کی عورتوں اور بچوں اور بیماروں کے اور سوائے پولیس کے جس کا کام شہر کی نگرانی کرنا ہو اور کوئی شخص شہر میں چلتا پھرتا نظر نہیں آنا چاہیے۔ مگر یہ پولیس بھی محدود ہونی چاہیے زیادہ سے زیادہ پولیس کے دسویں حصہ کو پہرہ دینا چاہیے باقی ہر ایک شخص کو خواہ وہ ڈی سی ہو، سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو، انسپکٹر پولیس ہو، سب انسپکٹر پولیس ہو مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا چاہیے لیکن ہمارے مُلک میں اس رنگ میں کہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

پس سوچو اور غور کرو کہ آخر دنیا کیا کہے گی دنیا یہی کہے گی کہ تم نے اسلام کے نام پر صرف اپنے عہدوں کے لئے پاکستان مانگا تھا ورنہ اگر تم نے پاکستان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگا ہوتا، اگر تم نے پاکستان خدا تعالیٰ کے لئے مانگا ہوتا تو خدا تعالیٰ کے گھر آج آباد کیوں نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے رسول کے نام کے لئے تم اپنے وقت کیوں نہ صرف کرتے۔ میں کہتا ہوں سوچیئے اور غور کیجئے اگر میں نے جو کچھ کہا ہے کہ آپ لوگوں نے اسلام کے لئے پاکستان مانگا تھا یہ غلط ہے تو مجھے اِس سے آگاہ کیجئے، اگر میں نے جو کچھ کہا ہے مسلمان اب بھی نمازیں نہیں پڑھتے یہ غلط ہے تو مجھے اس سے آگاہ کیجئے، میں اپنی غلطی کا اعتراف کروں گا اور مجھے خوشی ہوگی اگر حقیقت برعکس ہو۔ بھلا میرے لئے اِس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ مسلمان واقعہ میں مسلمان بن گیا ہے، وہ نماز پڑھنے لگ گیا ہے، وہ روزہ رکھنے لگ گیا ہے، وہ حج کرنے لگ گیا ہے، وہ زکوٰۃ دینے لگ گیا ہے مگر یہ ساری چیزیں ایسی چیزیں ہیں جو مجھے نظر نہیں آتیں۔ ممکن ہے کچھ لوگ کہیں کہ چونکہ تم ایک اقلیت سے تعلق رکھتے ہو اِس لئے تمہیں ہم سے بُغض ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ میرے دل میں آپ لوگوں کی بہت زیادہ محبت ہے، میرے دل میں آپ لوگوں کی بہت بڑی ہمدردی ہے، میرے دل میں آپ لوگوں کی بہت بڑی خیر خواہی ہے آپ نہیں مانیں گے مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ماں باپ کو بھی آپ سے وہ محبت نہیں جو مجھے آپ سے ہے اور یہ میرا دعویٰ ہے لیکن میں مان لیتا ہوں کہ ممکن ہے اِس بات میں مجھے کوئی غلط فہمی ہوتی ہو اِس لئے میں کہتا ہوں کہ اِس وقت تو نہیں بعد میں آپ مجھے لکھ دیجئے کہ آپ نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ غلط تھا اب سارے

مسلمان نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں یا سارے نہیں تو ان کا اکثر حصہ نمازیں پڑھنے لگ گیا ہے۔ یوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق تھے اور اب بھی ہو سکتے ہیں اس لئے ایسے لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی لوگوں کو نکال دو، دس فیصدی لوگوں کو نکال دو، پندرہ فیصدی لوگوں کو نکال دو اور پھر دیکھو کہ آیا باقی مسلمان باقاعدگی کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں؟ لیکن اگر مسلمانوں کا جائزہ لیتے وقت وہی بات ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیش آئی تھی تو پھر میں کیا کروں۔

جب لوطؑ کی بستی پر عذاب نازل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں یا بعض لوگوں کے عقیدہ اور تحقیقات کے مطابق اپنے بعض صالح اور برگزیدہ بندوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور لوطؑ کو اس کی خبر دے آؤ۔ راستہ میں اُنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی خبر دی کہ لوطؑ کی بستی پر ایسا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ جب حضرت ابرہیم علیہ السلام کو یہ خبر ملی تو بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور اُنہوں نے کہا اے خدا! کیا تو لوطؑ کی بستی کو اِس لئے تباہ کر دے گا کہ اس میں کچھ بدمعاش لوگ پائے جاتے ہیں؟ اے خدا! کیا نیکوکار لوگوں کا تو خیال نہیں کرے گا اور ان کی خاطر اس عذاب کو ٹال نہیں دے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر الہام نازل کیا کہ اے ابراہیم! یقیناً اگر لوطؑ کی بستی میں نیکوکار لوگوں کی کثرت ہو تو میں اس بستی کو کبھی تباہ نہیں کروں گا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا خدایا! اگر اس میں نوے فیصدی نیک لوگ ہوں اور صرف دس فیصدی بدعمل ہوں تو کیا دس فیصدی کی وجہ سے تو نوے فیصدی لوگوں کو تباہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہرگز نہیں اگر نوے فیصدی نیک ہوں تب بھی میں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے اِس قدر نیک لوگ اس بستی میں موجود نہیں اور اُنہوں نے کہا خدایا! اگر اس میں اسّی فیصدی نیک ہوں اور بیس فیصدی بُرے لوگ ہوں تو کیا بیس فیصدی کی خاطر تو اسّی فیصدی کو تباہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے پھر الہام نازل فرمایا کہ ہرگز نہیں اسّی فیصدی نیک لوگ بھی اس میں موجود ہوں تو میں اس بستی کو کبھی تباہ نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس میں اسّی فیصدی بھی نیک لوگ نہیں اور اُنہوں نے کہا

خدایا! اگر اس میں ستر فیصدی نیک لوگ ہوں تو کیا صرف تیس فیصدی کی خاطر تو ستر فیصدی لوگوں کو تباہ کر دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بالکل نہیں اگر ستر فیصدی نیک لوگ موجود ہوں تب بھی میں اس بستی کو ہلاک نہیں کروں گا۔ غرض اِسی طرح کرتے کرتے بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا خدایا! اگر اس میں صرف دس فیصدی نیک لوگ موجود ہوں تو کیا ان کی خاطر تو اس بستی کو نہیں بچائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! اگر اس میں دس فیصدی نیک لوگ ہوں تب بھی میں اس بستی کو ہلاک نہیں کروں گا۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا خدایا! دس فیصدی کیا اگر صرف دس نیک آدمی بھی اس بستی میں موجود ہوں تو کیا تو اس بستی پر رحم نہیں فرمائے گا اور اپنا عذاب اس سے نہیں ٹالے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! اگر صرف دس آدمی بھی اس بستی میں سے نیک نکل آئیں تو میں اس بستی کو کبھی تباہ نہیں کروں گا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سجدہ میں سے سر اُٹھا لیا اور سمجھ لیا کہ اب یہ شہر ضرور تباہ ہوگا[۳] کیونکہ اس میں دس بھی نیک نہیں۔ اس طرح اگر ایک مسلمان کہلاتا ہوا اس بات کیلئے کوشش نہیں کرتا، اس بات کیلئے جدوجہد نہیں کرتا کہ وہ اسلام پر عمل کرے۔ اسلامی احکام اپنے اوپر وارد کرے اور اسلام کے غلبہ کیلئے ہر قسم کی کوشش کرے تو کوئی بتائے ہم ایک سکھ، ایک ہندو اور ایک عیسائی کو کیا منہ دکھا سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے ہم کونسا منہ لے کر جائیں گے۔

باتیں تو میں نے اَور بھی نوٹ کی ہوئی تھیں مگر وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اسی پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ جب بھی کوئی کام کیجئے سوچئے اور سوچ کر دیکھئے کہ آپ نے جو کام کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے محض نعرے لگا لینا کسی قوم کی کامیابی کی علامت نہیں ہوتی۔ اگر اِس وقت سارے لوگ نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگ جائیں، اگر اِس وقت سارے لوگ یہ کہنے لگ جائیں کہ ''پاکستان زندہ باد ہندوستان مردہ باد'' تو اس سے ہندوستان کی ایک چوہیا بھی نہیں مرے گی لیکن اگر سب لوگ ان باتوں پر عمل کرنے لگ جائیں جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے، تاجر ٹیکس دینے لگ جائیں، عوام الناس بغیر ٹکٹ کے ریل کا سفر نہ کریں، نوجوان بیہودہ باتوں میں اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے تعلیم میں ترقی کریں اور جو مضبوط نوجوان ہیں وہ فوجوں میں بھرتی ہوں، افسر رشوت خوری کی عادت کو ترک کر دیں اور تمام کام دیانتداری اور محنت کے

ساتھ کریں تو پاکستان عملی رنگ میں مضبوط ہوتا چلا جائے گا پھر آپ لوگ خواہ ایک دفعہ بھی ''پاکستان زندہ باد'' نہ کہیں نتیجہ یہی نکلے گا کہ ''پاکستان زندہ باد۔''

(الفضل ربوہ ۲۸ رنومبر ۵ ر دسمبر ۱۹۶۲ء)

۱؎ **کنز العمال** جلد ۷ صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء

۲؎ **الجمعة: ۱۰**

۳؎ پیدائش باب ۱۸ آیت ۲۳ تا ۳۲۔ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لندن ۱۸۸۷ء (مفہوماً)